OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 4 (October-December 2021)

اسلامی عقوبات کے عدم نفاذ کے معاشرے پر اثرات: عرب کے موجودہ حالات کی روشنی میں ایک جائزہ

Impact of non-Implementation of Islamic Punishments on Society: A Review in the light of Current Situation in the Arab world

Dr. Hafiz Muhammad Hussain

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Sargodha Campus

Muhammad Haroon

M.Phil. Scholar Islamic Studies, The University of Lahore, Sargodha Campus

Dr. Muhammad Umar Farooq

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Al-Qadir University Project Trust, Sohawa, Jhelum

Abstract

Nowadays, human life is facing various threats in all the countries of the world, these threats exist in the form of different types of crimes in different countries. The rate of these crimes is high in some places and less in some places, but the crimes still exist and if they are not stopped, the number of these crimes will increase in the future. Islam has described an excellent and feasible solution for the prevention of these crimes in the form of bounds, which is not only enough to eliminate the evildoers of the society, but also guarantees a peaceful life in the society. To the extent that the Islamic punishment system has existed in Islamic countries, these countries have been protected from various crimes and in countries where the implementation of Islamic punishments has been neglected, the rate of crime has increased every day. Nowadays, there has been a clear relaxation in the enforcement of boundaries in the United Arab Emirates, and Saudi Arabia is also ready to adopt innovation and relax the

CC BY

boundaries in the future. How was the situation? How are the current conditions? And if the bounds are implemented, what will the effects be? And similarly, if other nations adopt the Islamic boundary system, to what extent will they benefit from it? This research article is being written to discuss this in detail.

Keywords: Non-implementation, Islamic punishments, contemporary times, Arab world

ابتدائیہ

امن و امان کا قیام، جان و مال کا تحفظ اور عدل و انصاف کی فراہمی اسلام کے بنیادی مقاصد میں شمار ہوتے ہیں اور یہ تین عناصر معاشرہ کی بقاء اور ترقی کے بنیادی ستون ہیں۔ ان بنیادی مقاصد کے حصول کے لیے اسلام نے حدود کے نفاذ کا نظام وضع کیا ہے۔ اس نظام کو "اسلامی عقوبات" کہا جاتا ہے۔ حدود کا نفاذ اللہ رب العزت کا حق شمار کیا جاتا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت حدود کے معاملہ میں مداخلت نہیں کر سکتی حتیٰ کی وقت کا نبی بھی اللہ تعالیٰ لی طے کردہ حدود کو نافذ کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ ان حدود کی حفاظت اور نفاذ ہر زمانہ میں اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور ان پر تحقیق و تفصیل اور بحث و تمحیص ہر زمانہ کی ضرورت رہی ہے۔ اسلام مخالف عناصر اسلامی عقوبات کے نفاذ کے خلاف ہمیشہ کمر بستہ رہتے ہیں۔ مملکت سعودی عربیہ اور متحدہ عرب امارات عالم اسلام کے نامی گرامی اور نمائندہ ممالک ہیں اور یہ ممالک حدود کے نفاذ میں ہمیشہ مثالی اور قابل تقلید ممالک رہے ہیں مگر حالیہ ایام میں وہاں پر بھی اس حوالہ سے صورت حال ناگفتہ بہ ہے۔ شاید اغیار کی کوششیں اثر انداز ہو رہی ہیں یا پھر معیشت کے لیے بڑھتے ہوئے خطرات ان ممالک کو ایسے اقدام کے لیے مجبور کر رہے ہیں جو کہ ان کے اسلامی احکامات، روایات اور اقدار کے خلاف ہیں۔ اس تناظر میں زیر نظر تحقیقی مضمون میں عقوبات کے نفاذ کی عصر حاضر میں اہمیت اور عدم نفاذ کے معاشرے پر اثرات کا جائزہ لیا جا رہا ہے اور مرکز الاسلام سعودی عربیہ اور متحدہ عرب امارات جیسے ممالک بھی اگر یہ عمل روک دیں گے تو پھر ہم قرآن کریم کا یہ حکم شاید بالکل ہی چھوڑ بیٹھیں گے جس کے نتیجہ میں دھرتی کا امن تباہ ہو گا اور رب کی زمین اس حکم ربی سے بالکل خالی ہو جائے گی جو کہ خالق کائنات کی ناراضگی کا باعث ہو گا۔

اسلامی عقوبات کا مفہوم

عَقُوبَۃٌ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے برائی کا بدلہ اور سزا۔[1] جبکہ عقوبات اس کی جمع ہے جس کا معنی ہے سزائیں۔ شرعی اصطلاح میں وہ سزا جو مجرم کو اس کے جرم سے باز رکھنے کے لیے دی جاتی ہے اس کو "عقوبت" کہتے ہیں۔[2] اسلام میں عقوبات (سزائیں) دو طرح کی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو کہ ہر مجرم کے لیے یکساں ہیں یعنی ان میں کسی امیر، غریب، جاہل، عالم، شہری، دیہاتی کے لیے کوئی رعایت نہیں ہے، ان سزاؤں کو حدود کہا جاتا ہے جو کہ شریعت اسلامیہ میں مختص کر دی گئی ہیں اور ان میں کسی بھی سطح کے کسی بھی انسان کو رعایت دینا حرام ہے جیسا کہ فقہاء کے نزدیک عَقُوبَۃٌمُّقَدَّرَۃٌتَجِبُ حَقّاً لِلّٰہِ (وہ سزا جو اللہ تعالیٰ کے حق کی حیثیت میں واجب ہوتی ہے) کو حد کہتے ہیں۔[3] حدود عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ جمع ہے۔ اس کا مفرد حد ہے جس کا مادہ ح۔د۔د یعنی "حدد" یہ ایک کثیر المعنی لفظ ہے۔ عربی لغت میں حد کے معنی ہیں: سرحد، باڑھ، کسی شے کی انتہا، طرف، کنارہ، سرا، دھار، مانع، کسی چیز کا دفع کرنا، اس سے بچنا، کسی شے کو دوسری شے سے الگ کرنا، پہچاننا وغیرہ۔ اسلامی سزاؤں کو حدود کا نام دینے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ انسان کو ان جرائم سے باز رکھتی ہیں جن کی وجہ سے کسی انسان پر حد

جاری ہوتی ہے۔ شریعت اسلامیہ کی مقرر کردہ حدود میں سے بعض درج ذیل ہیں۔ حد سرقہ (چوری کی سزا)، حد زنا (بدکاری کی سزا)، حد قذف (تہمت زنا کی سزا)، حد شرب خمر (شراب نوشی کی سزا)، حد حرابہ (رہزنی کی سزا)۔ وغیرہ جبکہ دوسری سزائیں وہ ہیں جن میں شریعت اسلامیہ نے کسی حد کا تعین نہیں کیا بلکہ قاضی عدالت اور وقت کے بادشاہ کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی رائے کے موافق سزا تجویز کریں ان سزاؤں کو تعزیرات کہا جاتا ہے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی نے تعزیر کی جو تعریف بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ تعزیر اس سزا کو کہتے ہیں جو (قرآن یا سنت میں) معین نہ ہو۔[4] لیکن ان میں بنیادی شرط یہ ہے کہ ان سزاؤں میں اس قدر نرمی نہ ہو کہ مجرم جرم سے باز ہی نہ آئے اور نہ ہی اتنی سخت ہوں کہ ظلم کے زمرے میں آجائیں بلکہ یہ سزائیں اس قدر ہوں کہ مجرم اور دوسرے شاہدین سب لوگ اُس جرم سے باز آجائیں جس کے لیے مجرم کو سزا دی جا رہی ہو۔ کچھ سزائیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ حدود ہیں یا تعزیرات مثلاً بعض لوگ رجم کی سزا کو تعزیر خیال کرتے ہیں جبکہ رجم کی سزا مقرر اور معین ہونے کی وجہ سے حدود کے زمرے میں شامل ہے اسی طرح قصاص کو بعض لوگ حد خیال کرتے ہیں جبکہ قصاص کا تعلق حدود سے نہیں کیونکہ وہ مقتول کے وارث کا حق ہے یعنی اس میں مقتول کے وارث کے پاس قاتل کو معاف کرنے کا اختیار ہے جبکہ حد کی سزا مقرر ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی یا ردوبدل نہیں ہو سکتا۔

اسلامی عقوبات کا فلسفہ اور قیام امن میں اس کی اہمیت

اسلام کا فلسفہ عقوبات

دیگر شرائع اور قوانین کی طرح اسلام میں عقوبات کو بطور انتقام لاگو نہیں کیا جاتا بلکہ ان سزاؤں کا مقصد انسان کو برے کاموں سے روکنا، مظلوم کی حمایت کرنا، اچھے شہریوں کو احساس تحفظ دینا اور سماج دشمن لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر کے انہیں ایسے جرائم سے باز رکھنا ہے جن کی وجہ سے زمین میں فساد جنم لیتا ہے۔ عصر حاضر میں بعض لوگ اسلامی سزاؤں کو سنگین قرار دیتے ہیں بلکہ اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ (Barbarous) بھی کہتے ہیں۔[5] حالانکہ وہ لوگ اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اسلام نے جن جرائم پر سخت سزائیں دی ہیں وہ جرائم کس قدر گھناؤنے اور قبیح قسم کے ہیں۔ شارح صحیح مسلم مولانا غلام رسول سعیدی صاحب اس سلسلے میں فرماتے ہیں: "بعض مستشرقین اور مغاربہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں بہت سخت اور وحشیانہ سزائیں رکھی ہیں۔ رجم کے ذریعہ انسان کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے کہ یہ مجرموں پر رحم کھاتے ہیں اور جو سوسائٹی اور معاشرہ ان مجرموں کے شر سے تباہ اور برباد ہو جاتا ہے اس پر انہیں کوئی رحم نہیں آتا"۔[6] لہٰذا اسلام نے ہر جرم کی سزا اس کے گھناؤنے پن کے مطابق طے کی ہے اور جرائم کی روک تھام کے لیے سزاؤں کا جو تصور اسلام نے پیش کیا ہے وہ کسی اور مذہب یا نظام نے پیش نہیں کیا اور عصر حاضر میں بھی وہ ممالک جہاں اسلامی سزاؤں کا نفاذ ہے وہاں جرائم کی تعداد دیگر تمام ممالک کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ جو سزائیں انسان اور کائنات کے خالق نے بیان فرمائی ہیں ان کی حکمتیں انسان کی تجویز کردہ سزاؤں سے کہیں زیادہ ہیں اور یہ تو انسان کی نادانی ہے کہ وہ اپنی تجویز کردہ سزاؤں کو اپنے خالق حقیقی کی مقرر کردہ سزاؤں سے بہتر سمجھنے لگ گیا ہے۔ اس ضمن میں مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے شرح صحیح مسلم میں ایک بہت خوبصورت بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "اس بحث میں پڑنا کہ کس جرم کی سزا کیا ہونی چاہیے؟ یہ فیصلہ کرنا ہمارا منصب نہیں ہے بلکہ جس کی معصیت اور جرم کیا ہے سزا متعین کرنا بھی اسی کا منصب ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور ہم اس کے مملوک مطلق ہیں۔ پس یا تو ہم اپنے آپ کو اس کا بندہ اور مملوک نہ مانیں اور اگر ہم اپنے آپ کو اس کا بندہ اور مملوک مانتے ہیں تو ہمیں اس کے کسی فیصلہ پر اعتراض کا حق نہیں ہے"۔[7]

لہٰذا ہمارا فرض بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کو نہ صرف من وعن تسلیم کریں بلکہ دنیا میں اس کے نفاذ کا اہتمام بھی کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بہتر جانتی ہے کہ ہماری دنیا کے امن وسکون کے لیے کیا چیز زیادہ بہتر ہے۔

معاشرہ کی بقاء میں امن کی اہمیت

فرد کسی بھی معاشرے کی بنیادی اکائی ہوتا ہے، اسی سے معاشرہ وجود میں آتا ہے اور اسی پر معاشرے کی تعمیر وترقی کا انحصار ہے۔ پھر اگر معاشرے میں امن وسکون کا ماحول ہو تو افراد کی ساری توجہ اور ساری قوت معاشرے کی ترقی میں استعمال ہوتی ہے جبکہ ایسا معاشرہ جہاں پر پر امن ماحول نہیں ہوتا وہاں پر یہی حضرت انسان جو کہ معاشرتی ترقی کا ضامن تھا، معاشرے کو نقصان پہنچانے میں سب سے آگے نکل جاتا ہے۔ عصر حاضر میں مختلف ممالک کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ایسے ممالک جہاں پر امن وامان کی صورتحال بہتر ہے وہ تیزی سے ترقی کی جانب گامزن ہیں جبکہ ایسے ممالک جو کسی وجہ سے اندرونی یا بیرونی خلفشار کا شکار ہیں ان میں ترقی کی شرح بہت کم ہے۔ لہٰذا معاشرے کی ترقی کے لیے امن ضروری ہے اور امن قائم کرنے کے لیے سزائیں ضروری ہیں اور سزائیں بھی ایسی کہ جس کے بعد نہ صرف مجرم بلکہ مجرم کی سزا کا مشاہدہ کرنے والے بھی اس جرم سے باز رہیں۔

قیامِ امن میں اسلامی عقوبات کے نفاذ کی اہمیت

اسلام نے دنیا میں جو نظام اصلاح قائم کیا ہے اس کی ابتداء فرد کی اصلاح سے ہوتی کہ کیونکہ فرد کسی بھی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے لہٰذا فرد کی اصلاح کی ضرورت سب سے زیادہ ہے اور اسی ضرورت کے پیش نظر اسلام نے ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالح کا حکم دیا ہے تاکہ فرد نیک اعمال کر کے اور برے اعمال سے دور رہ کر معاشرے کا مفید جز بن سکے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "قسم ہے زمانے کی۔ بیشک انسان خسارے میں ہے۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔"[8] ان آیات مبارکہ میں بھی اللہ پاک نے انسان کی کامیابی کے لیے ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صاح کو لازمی قرار دیا ہے۔ اب کوئی انسان اس کے برعکس کرے یعنی اعمال صالح کے بجائے گناہوں اور جرائم کا ارتکاب کرے تو ضروری ہے کہ اسے ان جرائم اور گناہوں کے ارتکاب سے روکا جائے تاکہ نہ صرف اس کی اصلاح ہو بلکہ اس کے جرائم سے جو معاشرے کو نقصان کا خدشہ ہے وہ بھی دور ہو جائے لہٰذا حدود کے نفاذ میں بھی شریعت اسلامیہ نے انہی مصالح کو پیش نظر رکھا ہے اور انہی مصالح کے تحت اخلاقی جرائم کی سخت سے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ شریعت نے حدود جاری کرنے میں خاص طور پر دو مقاصد کو پیش نظر رکھا ہے۔ ا۔ مجرم میں سزا کا خوف پیدا کرنا تاکہ وہ دوبارہ اس جرم کا ارتکاب نہ کرے اور دوسرا مجرم کو دوسروں کے لیے سامان عبرت بنا دینا تاکہ لوگ اس کی سزا کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور وہ اس طرز کا کوئی گناہ کرنے کا سوچ بھی رہے تھے تو سزا دیکھنے کے بعد اس جرم کے ارتکاب سے پرہیز کریں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ[9] "زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہیے کہ ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔" اس آیت کا آخری حصہ خاص طور پر قابل غور ہے کیونکہ اس سے سمجھ آجاتی ہے کہ مجرم کو صرف سزا دینا مقصود نہیں بلکہ اس سزا کو عبرت کا ذریعہ بنانا مقصود ہے اور سزا دینے سے جہاں مجرم اس سزا سے باز رہے گا وہیں پر اس سزا کی نمائش سے دیگر مشاہدین بھی اس جرم کے ارتکاب سے باز رہیں گے۔

عقوبات کے عدم نفاذ کے نقصانات

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حفاظت جان، مال، عزت، دین اور عقل کے لیے اسلامی سزاؤں کا نفاذ بے حد ضروری ہے۔ اگر معاشرے میں اسلامی سزاؤں کا نفاذ نہ ہو تو اس معاشرے میں نہ صرف انسان کی جان، مال اور عزت غیر محفوظ رہتی ہے بلکہ ایسے شریر لوگ جو مختلف جرائم کا ارتکاب کر کے معاشرے میں فساد برپا کرتے ہیں ان کی کارستانیاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ پھر ان ممالک میں قتل و غارت، زنا، چوری، ڈکیتی، بے ایمانی، دھوکہ دہی، خیانت، رشوت، شراب نوشی جیسے جرائم کی شرح میں دن رات اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اگر ہم ایسے ممالک میں جرائم کی شرح کا جائزہ لیں جن میں اسلامی سزائیں نافذ تو تھیں لیکن اب ان میں نرمی کر دی گئی ہے تو جو معلومات ہمارے سامنے آتی ہیں ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سزاؤں میں نرمی کے بعد سے ان ممالک میں جرائم کی شرح میں اضافہ ہوا ہے خواہ یہ جرائم معاشرتی ہوں یا اخلاقی۔ اس کے علاوہ بھی عقوبات کے عدم نفاذ کے بے شمار نقصانات ہیں جن کی تفصیل ذیل میں بیان کی جارہی ہے۔

مذہب سے روگردانی

عقوبات کے عدم نفاذ کا سب سے پہلا اور بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ مذہبی احکامات پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہبی احکامات پر عمل کریں یا نہ کریں ان پر کسی قسم کی کوئی پکڑ نہیں، ایسے افراد کھلم کھلا مذہبی احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہیں مثال کے طور پر مغربی ممالک نے جب سے سزاؤں میں نرمی کا رویہ اپنایا ہے وہاں کے لوگوں کے مذہبی احکامات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اس کی ایک چھوٹی سی مثال عصر حاضر میں ان ممالک میں (Cohabitation) جیسی برائی کا بڑھتا ہوا رجحان ہے جو کہ نہ صرف فی نفسہ برا عمل ہے بلکہ اپنے ساتھ برائیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ لاتا ہے۔ عقوبات کے عدم نفاذ کے نتیجہ میں ہونے والی بے راہ روی ہر عمر کے انسان کو مذہب سے دور کر دیتی ہے اور وہ دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی کے مستحق بنتا ہے۔

جرائم میں اضافہ:

ایسے ممالک جہاں پر سخت سزاؤں کا نظام نافذ ہے ان میں جرائم کی شرح ان ممالک کے مقابلے میں بہت کم ہے جن میں سزاؤں کے معاملے میں نرمی برتی جاتی ہے۔ اگر 2019ء میں ہونے والے جرائم کی شرح میں امریکہ اور سعودی عرب کا موازنہ کیا جائے تو جو اعداد و شمار ہمارے سامنے آتے ہیں وہ کچھ یوں ہیں۔ ایف بی آئی کے یونیفارم کرائم رپورٹنگ پروگرام کی رپورٹ کے مطابق 2019ء میں امریکہ میں سولہ ہزار چار سو پچیس (16425) لوگوں کا قتل ہوا۔[10] جبکہ 2019ء میں ہی سعودی عرب میں قتل ہونے والے افراد کی تعداد محض دو سو پچاسی (285) تھی۔[11] ذکورہ بالا رپورٹس سے دونوں ممالک میں ہونے والے جرائم کی شرح میں زمین آسمان کا فرق دیکھا جا سکتا ہے ابھی یہ رپورٹس صرف قتل ہونے والے افراد کی تعداد کے متعلق ہیں اگر دیگر جرائم کا جائزہ لیا جائے تب بھی امریکہ ان جرائم میں سعودی عرب سے بازی لے جائے گا کیونکہ وہاں سخت سزاؤں کا نظام رائج نہیں ہے۔

عدل وانصاف کی عدم دستیابی

عقوبات کا عدم نفاذ جہاں مختلف جرائم کی شرح میں اضافہ کرتا ہے وہیں پر معاشرے میں عدل و انصاف کی فراہمی میں بھی مشکلات پیدا کرتا ہے۔ ایسے کمزور افراد جو کہ معاشرے میں طاقتور افراد کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے ہیں وہ انصاف کے حصول کے لیے عدالتوں کا رخ کرتے ہیں جبکہ عدالتیں ملکی قوانین کے مطابق فیصلہ کرتی ہیں اب اگر ملکی قوانین میں سزائیں ہی برائے نام

ہوں تو ان مظلوم افراد کو نہ انصاف ملتا ہے نہ ہی ان کے دلوں کو سکون میسر آتا ہے اور بعض اوقات ایسی صورتحال میں افراد قانون اپنے ہاتھ میں لے کر خود انصاف کرنے کو ترجیح دیتے ہیں اور ان سے کوئی نہ کوئی جرم سرزد ہو جاتا ہے۔

نئے فتنوں کی آمد

ایسے ممالک جہاں سزائیں برائے نام ہوں وہاں آئے دن نئے فتنے جنم لیتے رہتے ہیں یہ فتنے معاشرتی جرائم کی صورت میں بھی ہو سکتے ہیں اور اخلاقی کرائم کی صورت میں بھی جیسا کہ ماقبل میں (Cohabitation) کا ذکر کیا گیا ہے یہ بھی ایک فتنہ ہے جو کہ مختلف ممالک میں اخلاقی اقدار کو بڑی تیزی سے روندتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے کیونکہ ان ممالک میں اس کی روک تھام کے لیے سزاؤں کا وہ معیار نہیں جو وقت کی ضرورت ہے۔

اخلاقی اقدار کی پامالی

اخلاقی اقدار کسی بھی معاشرے کا اہم ترین اثاثہ ہوتے ہیں لیکن کوئی بھی معاشرہ جب ان اخلاقی اقدار کو پامال کرنے والے افراد کو راہ راست پر لانے کا کوئی خاطر خواہ بندوبست نہ کرے تو وہ ان اقدار سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور اس معاشرے کی آئندہ نسل اس گمراہی اور بے راہروی کا شکار بآسانی ہو جاتی ہے۔ کسی بھی معاشرے میں اخلاقی اقدار و روایات کی حفاظت کے لیے سزاؤں کا نظام بہت ضروری ہے تاکہ ایسے افراد کو سزا دی جا سکے جو ان اقدار کے خلاف کوئی کارنامہ سرانجام دیتے ہیں اور معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔

اسلامی عقوبات کا نفاذ تاریخ اسلام کے تناظر میں

دور جاہلیت میں جب فریقین کے درمیان کوئی تنازعہ ہو جاتا تو اس کے فیصلے کے لیے فریقین کسی کو حکم مقرر کر لیتے اور وہ ان کے درمیان فیصلہ کرتا لیکن اس وقت فریقین کو یہ اختیار تھا کہ اگر وہ حکم کے فیصلے سے مطمئن نہ ہوں تو کسی اور حکم کی طرف رجوع کر سکتے تھے اور جب تک کوئی ایسا حکم نہ مل جاتا جس کا فیصلہ دونوں کو قبول ہو تا تب تک تنازعہ ویسا کا ویسا ہی رہتا لیکن مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام، نبی ﷺ کے منصب قضاء سنبھالنے اور تائید الٰہی آ جانے کے بعد دور جاہلیت کا یہ رواج ختم ہو گیا کہ ایک قاضی یا حکم کا فیصلہ منظور نہ ہو تو حکم بدل لیا جائے اور من مرضی کا فیصلہ ہونے تک قاضی یا حکم تبدیل کرتے رہا جائے لہٰذا اسلامی ریاست کے قیام کے بعد تمام باشندوں پر لازم ہو گیا کہ وہ اپنے تمام معاملات کے متعلق فیصلہ حضور ﷺ سے کروائیں اور جو فیصلہ حضور ﷺ کریں تمام لوگ اس فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ حضور ﷺ نے مختلف اوقات میں مختلف لوگوں پر مختلف جرائم کے لیے حدود کا نفاذ فرمایا، جن میں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

1. صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے اعتراف زنا کر لیا تو آپ ﷺ نے پوچھا، ایک جنون؟ کیا تجھے جنون کا مرض لاحق ہے؟، اس نے عرض کیا نہیں، آپ ﷺ نے پھر سوال کیا کہ تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا ہاں، جب یہ سب مراحل طے ہو چکے تو آپ ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔[12]
2. موطا امام مالک میں عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ وہ زنا سے حاملہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بچے کی ولادت کے بعد آنا، چنانچہ وضع حمل کے بعد وہ پھر آئی۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ جاؤ اسے دودھ پلاؤ اور مدت رضاعت پوری ہونے کے بعد آنا۔ تیسری بار وہ آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بچہ کسی کی کفالت میں دینا ضروری ہے، جب وہ بچے کو کسی کے سپرد کر کے آئی تو حضور ﷺ نے رجم کا حکم دیا اور اسے رجم کیا گیا۔[13]

3. زید بن اسلمؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں ایک شخص نے زنا کا اعتراف کیا، آپ ﷺ نے اس کے لیے ایک کوڑا منگوایا، چنانچہ ایک ٹوٹا ہوا کوڑا حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس سے مضبوط لاؤ، اس وقت ایک بالکل نیا کوڑا لایا گیا جس کی اطراف ابھی تک گھسی نہیں تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس سے کم تر درجہ کا کوڑا لے کر آؤ، پھر ایک ایسا کوڑا لایا گیا جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور وہ نرم تھا، تب اس شخص کو حضور ﷺ کے حکم سے کوڑے لگائے گئے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! وقت آ گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی حدود سے باہر رہو، اگر کوئی شخص اس گندگی میں ملوث ہو جائے تو وہ اپنی اس برائی کی پردہ پوشی کرے کہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی، اور جو شخص اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دے گا اسے اللہ کی کتاب کے مطابق سزا دی جائے گی۔[14]

نبی کریم ﷺ نے مجرم سے سزا کو دور کرنے کی حد درجہ کوشش کی لیکن جب کوئی مسلمان آخرت کے عذاب سے بچنے کے لیے اور اسی دنیا میں سزا پا کر اس گناہ سے پاک ہونے کے لیے اپنے جرم کا اقرار بار بار کرتا تو پھر آپ ﷺ حد جاری فرماتے تا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل ہو اور اس مجرم کو اس گناہ سے پاک کیا جا سکے مزید برآں دیگر لوگ سزا کو دیکھ کر اس جرم سے باز رہیں۔

اسلامی عقوبات کے نفاذ کا طریقہ کار فقہی و قانونی تناظر میں

دیگر شرائع اور قوانین کی طرح اسلام میں عقوبات کو بطور انتقام لاگو نہیں کیا جاتا بلکہ ان سزاؤں کا مقصد انسان کو برے کاموں سے روکنا، مظلوم کی حمایت کرنا، اچھے شہریوں کو احساس تحفظ دینا اور سماج دشمن لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر کے انہیں ایسے جرائم سے باز رکھنا ہے جن کی وجہ سے زمین میں فساد جنم لیتا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جرائم کے مکمل خاتمے کے لیے شریعت اسلامیہ نے سخت سزائیں مقرر کی ہیں لیکن ان سزاؤں کے اجراء میں حد سے زیادہ احتیاط برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو۔ اگر اس کے لیے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو۔ امام کا غلطی سے معاف کر دینا غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے۔"[15] جب حضرت ماعزاسلمیؓ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کے زنا کا اعتراف کیا تو آپ ﷺ نے حتی الوسع حضرت ماعزاسلمیؓ کو ٹالنے کی کوشش فرمائی لیکن جب انہوں نے چار مرتبہ نہایت واضح الفاظ میں گناہ کا اعتراف کیا تو انہیں رجم کی سزا دی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ " اقرار جرم کرنے والوں کو بھگا دیا کرو۔ صرف یہی نہیں بلکہ علمائے اسلام نے فرمایا کہ قاضی کو تو اس بات کی طرف مائل کیا گیا ہے کہ وہ حد کو دفع کرنے کے لیے راستے پیدا کرے۔ مذکورہ بالا روایات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں حدود کے نفاذ میں انتہائی احتیاط برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب اگر حدود کے نفاذ کے طریقہ کار کا ذکر کریں تو اسلام میں حدود جاری کرنے کا حق قاضی عدالت اور حاکم وقت کو ہے ان کے علاوہ کسی کو بھی کسی دوسرے انسان پر حد جاری کرنے کا حق نہیں ہے اور ان دو حضرات کے لیے بھی ضروری ہے کہ حد جاری کرنے سے قبل معاملے کی مکمل چھان بین کریں اور ثبوت کی عدم دستیابی کی صورت میں کسی کو سزا نہ دیں۔ اس معاملے کو سمجھانے کے لیے چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

1. حدود کے اجراء میں تسامح کی ایک واضح مثال زنا کی شہادت کا قانون ہے جس میں چار گواہوں کی شہادت ضروری قرار دی گئی اور اس میں بھی محض مخصوص ہیئت کے ساتھ لیٹنے کی ہی شہادت کافی نہیں سمجھی گئی بلکہ لازمی طور پر عمل جماع کی شہادت کو لازمی رکھا گیا ہے ورنہ گواہوں پر حد قذف (تہمت لگانے کی حد) جاری کر دی جائے گی۔

2. اس میں بھی یہ تسامح برتا گیا کہ اگر تین آدمی عمل جماع کی شہادت دیں اور چوتھا یہ کہے کہ میں نے فلاں مرد اور فلاں عورت کو ایک بستر میں دیکھا اور عمل جماع کی شہادت نہ دے تو پہلے تینوں کی شہادت باطل ہو جائے گی۔
3. قتل میں تو سماعی شہادتیں قبول کی جاسکتی ہیں لیکن زنا میں مقبول نہیں ہیں۔
4. اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ زنا میں ملوث پایا گیا اور اس نے دعویٰ کر دیا کہ میں نے اس عورت سے نکاح کر لیا ہے تو حد ساقط ہو جائے گی۔
5. اگر گواہوں نے کسی شخص کے بارے میں زنا کی (مطلوبہ) شہادت دی لیکن انہوں نے اپنے بیان میں یہ کہہ دیا کہ ہم مزینہ کو نہیں پہچانتے کہ وہ کون عورت تھی تو حد ساقط ہو جائے گی۔
6. جنگ کے دوران میں اگر کوئی شخص چوری کے جرم میں پکڑا جائے تو حضور ﷺ نے اس پر حد جاری کرنے سے منع فرمایا ہے۔[16]
7. حضرت عمرؓ نے میدان جنگ میں سپاہیوں یا سردار پر حد جاری کرنے سے منع فرمایا ہے۔
8. جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ابو محجن پر شراب نوشی کی حد جاری نہیں کی۔[17]

مذکورہ بالا احادیث، اقوال صحابہ اور اصولوں کی روشنی میں ایک کم عقل انسان بھی حدود کے اجراء میں شریعت کی احتیاط کو سمجھ سکتا ہے لیکن اسلامی حدود کے نظام پر اعتراض کرنے والے لوگ اعتراض کرتے وقت اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اسلام نے حدود کے نفاذ کے لیے کتنی کڑی شرائط رکھی ہیں اور حتی الوسع کوشش کی ہے کہ مجرم کو کسی نہ کسی طرح رعایت مل جائے مگر جب مجرم بار بار اپنے گناہ کا صریح الفاظ میں اعتراف کرے اور حد کے اجراء سے اپنے گناہ کی معافی کا خواہاں ہو تو پھر خاموش رہ کر شریعت کا باغی بننے کے بجائے حد جاری کرنا بہتر ہے تاکہ شریعت کے احکامات کی پیروی بھی ہو جائے اور مجرم کا گناہ بھی اس سے دور ہو جائے اور دیکھنے والوں کو عبرت بھی حاصل ہو جائے۔

سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کی موجودگی

اسلامی سزاؤں کے نفاذ میں ایک بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے وہ یہ کہ جب کسی مجرم پر سزا نافذ کی جارہی ہو تو اس وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کا وہاں موجود ہونا لازم ہے جیسا کی ارشاد باری تعالیٰ ہے: "زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہیے کہ ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔"[18] اس حکم کی حکمت یہ ہے کہ جب لوگ اپنی آنکھوں سے مجرم کو سزا ملتے دیکھیں گے تو وہ اس سے عبرت حاصل کریں گے اور اگر اس جماعت میں سے کوئی اس جیسے یا کسی بھی طرز کے گناہ کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ اس سے باز رہے گا اور نہ صرف وہاں موجود لوگ باز رہیں گے بلکہ دیگر جن لوگوں کو اس سزا کی خبر پہنچے گی وہ بھی ایسے کاموں سے باز رہیں گے اور معاشرے میں سکون اور امن رہے گا۔ اس ضمن میں پاکستان میں رونما ہونے والا ایک واقعہ درج ذیل ہے۔ پاکستان کے معتبر اخبار "ڈان" کے مطابق 1981ء میں جنرل ضیاء کے دور میں پپو نامی ایک بچے کی لاش تالاب سے ملی، چھان بین کے بعد اس کے قاتلوں کو گرفتار کر کے سر عام پھانسی لگانے کا حکم دیا گیا اور ان کی لاشیں غروب آفتاب تک کرین کے ساتھ لٹکی رہیں تاکہ وہ لوگ نشان عبرت بن سکیں اور پھر اس کے بعد تقریباً دس سال تک ایک بھی بچے کے ساتھ جنسی زیادتی یا کسی بھی بچے کے قتل کی واردات رپورٹ نہیں ہوئی۔[19]

اسلامی عقوبات کے نفاذ پر اعتراض کی حقیقت اور اس کے جوابات

اسلامی معاشرے کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں ایک طبقہ ایسا رہا ہے جس کا کام اسلامی عقوبات کے نفاذ کی حکمت اور منفعت کو سمجھے بغیر ان پر اعتراض کرنا ہے۔ یہ طبقہ ہر دور میں مختلف اشکال میں سامنے آتا ہے، کبھی یہ لوگ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود دین کے احکامات کی مصلحت سے ناواقف ہوتے ہیں تو کبھی یہ اپنے آپ کو لبرل کہہ کر دین سے بالکل ہی الگ ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی دین کے احکامات پر اعتراض کرنا ان کا بہترین مشغلہ ہوتا ہے۔ اگر اسلامی سزاؤں کی بات کی جائے تو ان پر بھی تمام ادوار میں اعتراض ہوتا رہا اور علمائے کرام ہر زمانے میں ان اعتراضات کے مدلل جوابات دیتے رہے ہیں اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اسلامی سزاؤں پر ہونے والا ایک مشہور اعتراض اور اس کے چند جوابات درج ذیل ہیں۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کہتے ہیں کہ 1964ء میں مجھ سے ہائی کورٹ کے ایک فاضل مسلمان جج نے ایک ملاقات میں فرمایا کہ اسلامی سزائیں بڑی بے رحمانہ اور وحشیانہ ہیں (موصوف نے Barbarous کا لفظ ارشاد فرمایا تھا) خاص کر چور کا ہاتھ کاٹنا یا زنا میں رجم کرنا۔[20] درحقیقت اعتراض کرنے والے لوگ اسلامی سزاؤں کے فلسفے سے ناآشنا ہیں اور وہ صرف ظاہری طور پر سزا کو دیکھتے ہیں جبکہ اس کی حکمت اور فوائد کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ سزائیں اگرچہ اپنی ظاہری صورت میں مجرم کو تکلیف دینا معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کے اثرات و نتائج بہت فائدہ مند اور دیرپا ہوتے ہیں۔ اس بات کی دلیل میں ایک خاص واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو کہ جنرل ضیاء الحق صاحب کے دور میں پیش آیا۔ پاکستان کے معتبر اخبار "ڈان" کے مطابق 1981ء میں جنرل ضیاء کے دور میں پپو نامی ایک بچے کی لاش تالاب سے ملی، چھان بین کے بعد اس کے قاتلوں کو گرفتار کر کے سرعام پھانسی لگانے کا حکم دیا گیا اور ان کی لاشیں غروب آفتاب تک کرین کے ساتھ لٹکی رہیں تاکہ وہ لوگ نشان عبرت بن سکیں اور پھر اس کے بعد تقریباً دس سال تک ایک بھی بچے کے ساتھ جنسی زیادتی یا کسی بھی بچے کے قتل کی واردات رپورٹ نہیں ہوئی۔[21] مذکورہ واقع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر سزاؤں کے اسلامی فلسفہ پر عمل کیا جائے تو نہ صرف لوگوں کو انصاف ملے گا بلکہ دیگر لوگ ایسے جرائم کے ارتکاب سے ہمیشہ باز رہیں گے۔ اب جہاں تک بات ہے اسلامی سزاؤں کے سخت ہونے کی تو یہاں پر سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قصاص اور رجم کے علاوہ کوئی سزا ایسی نہیں جس میں کسی انسان کی جان لینے کا حکم ہو اور دوسری بات یہ کہ اگر سزائیں سخت نہ ہوں بلکہ ان میں نرمی ہو تو اس کے درج ذیل نتائج ممکن ہیں۔

1. ممکن ہے کہ وہ مجرم اس جرم سے باز ہی نہ آئے اور بار بار اس جرم کا ارتکاب کرتا رہے جیسا کہ شراب نوشی کی حد میں جب تک چالیس کوڑے لگائے جاتے تھے تب تک لوگ بار بار اس گناہ کا ارتکاب کرتے تھے حتیٰ کی حضرت عمرؓ کے دور میں جب شراب نوشی کے واقعات بہت زیادہ بڑھ گئے تو صحابہ کرامؓ سے مشورے کے بعد شراب کی حد اسّی کوڑے مقرر کر دی گئی۔
2. یہ بھی ممکن ہے کہ قتل اور زنا میں جس معیار کے انصاف کا تقاضا کیا جاتا ہے وہ تقاضا سزاؤں میں نرمی کی وجہ سے پورا ہی نہ ہو اور نتیجتاً لوگ اپنے نفس کو مطمئن کرنے کے لیے خود ہتھیار اٹھا کر قتل و غارت پر اتر آئیں اور معاشرے کا سکون تباہ و برباد ہو جائے۔
3. معاشرے کے غریب لوگ جو کہ امیر اور طاقتور طبقے سے مظالم کا بدلہ نہیں لے سکتے ان کی پہلی اور آخری امید حکومت اور اسلامی سزا کا نفاذ ہوتی ہے اور وہ اس امید سے اسلامی سزا کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اس طریقے ان کی دادرسی ہوگی اور مجرم آئندہ ایسے جرائم کے ارتکاب سے باز رہے گا۔

مزید اس ضمن میں جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں: سزائیں اگرچہ اپنی ظاہری صورت میں مجرم کو اذیت دینا معلوم ہوتی ہیں لیکن معاشرے کے لیے اپنے اثر کے اعتبار سے رحمت ہیں۔ یہاں رحمت سے وہ رحمت مراد ہے جو تمام بنی نوع انسان کے لیے عام ہوتی ہے اور اسی رحمت کے جاری و ساری کرنے کے لیے آسمانی شریعتیں نازل ہوتی رہی ہیں اور یہ شریعتیں رب العزت اور اس رحمت کرنے والے کی جانب سے نازل ہوئی ہیں جس کی رحمت تمام کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔ لیکن اس رحمت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شریر انسانوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ ایسے شریر انسانوں کے ساتھ کوئی نرمی نہیں کی جاسکتی جو پورے معاشرے کی بنیاد کو اپنے ظلم و ستم سے منہدم کر دینا چاہتے ہیں، جو اپنی جسمانی اور عقلی قوتوں کے ذریعے لوگوں کے درمیان تعلّقات کا اپنے ظلم سے مذاق اڑاتے ہیں اور جس وقت بھی فرصت پائیں ان تعلّقات کو خراب کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور دھوکہ دہی کے ذریعے سے تباہی پھیلاتے ہیں۔ ایسے افراد پر رحم کرنا یہ اپنے محل پر عین ظلم شمار ہوگا۔ اگرچہ یہ بظاہر مہربانی اور رحم نظر آئے گا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے رحمت کے قانون کی وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: من لا یَرحم لا یُرحم (یعنی جو انسانوں پر رحم نہ کرے اس پر شریعت کی طرف سے رحم نہ کیا جائے گا)۔[22]

عرب ممالک کے مختصر احوال اور حدود کے نفاذ کی سابقہ و موجودہ صورتحال

جزیرہ نما عرب (Arabian Peninsula) جنوب مغربی ایشیاء میں افریقہ اور ایشیاء کے سنگم پر واقع ایک جزیرہ نما ہے جس کا بیشتر حصہ صحرائی ہے۔ جزیرہ نما عرب مشرق وسطی کا اہم ترین حصہ ہے اور تیل اور گیس کے وسیع تر ذخائر کے باعث خطے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جزیرہ نما عرب کا ساحل مغرب میں بحیرہ احمر اور خلیج عقبہ، جنوب مشرق میں بحیرہ عرب اور شمال مشرق میں خلیج اومان، آبنائے ہرمز اور خلیج فارس سے ملتا ہے۔ شمال میں جزیرہ نما عرب کی حدود کوہ زاگرس تک جا کر ختم ہو جاتی ہیں۔ جغرافیائی طور پر یہ بغیر کسی واضح علامت صحرائے شام سے مل جاتا ہے جبکہ سیاسی طور پر جزیرہ نما عرب سعودی عرب اور کویت کی شمالی سرحدوں کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ درج ذیل ممالک جزیرہ نما عرب کا حصہ سمجھے جاتے ہیں: بحرین (تکنیکی طور پر جزیرہ نما عرب سے کٹا ہوا ایک جزیرہ ہے)، کویت، سلطنت عمان، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور یمن۔ جزیرہ نما عرب کا بیشتر حصہ سعودی عرب میں شامل ہے اور آبادی کی اکثریت بھی سعودی عرب اور یمن میں رہائش پزیر ہے۔ جزیرہ نما عرب میں دنیا کے سب سے زیادہ تیل کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے مقدس ترین مقامات مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بھی یہیں ہیں۔ معاشی طور پر متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب خطے کی امیر ترین اقوام ہیں۔ عربی دنیا کا معروف ٹیلی وژن چینل الجزیرہ بھی اسی جزیرہ نما کے ایک ملک قطر سے چلایا جاتا ہے۔

سعودی عرب میں شرعی حدود کا نفاذ (سابقہ حالات)

سعودیہ میں شرعی حدود کے نفاذ کا عمل اس وقت بھی تھا جب ابھی یہ صرف نجد تک محدود ایک ریاست تھی۔ شاہ عبد العزیز نے 1319ھ (1902ء) میں ریاض پر حملہ کر کے اس کا قبضہ حاصل کیا تھا اور یوں جزیرہ عرب میں سعودی خاندان کے اقتدار کا آغاز ہوا۔ نجد میں سعودی اقتدار کے بعد قاضی کا تقرر بادشاہ کی طرف سے عمل میں آتا تھا جو حاکم کے نائب کی حیثیت سے عدالت لگاتا تھا۔ ہر قسم کے مقدمات اور تنازعات کا فیصلہ شرعی احکامات کی روشنی میں دیا جاتا اور اہل علم، قاضی اور حاکم شہر مل کر نفاذ شریعت کا کام انجام دیتے تھے۔ تاہم حجاز میں خلافت عثمانی کی وابستگی کی بناء پر ترکی نظام عدل رائج تھا جسے "قانون عثمانی" کہا جاتا تھا۔ نجد و حجاز کے اتحاد اور متحدہ ریاست کے قیام سے قبل مکہ مکرمہ میں ایک اعلیٰ مرکزی عدالت قائم تھی جس میں مذاہب اربعہ کے قاضی موجود رہتے تھے جو راجح قول کے مطابق قضایا کے فیصلے سنایا کرتے تھے۔ سعودی عرب (حجاز) میں قانون عثمانی 1345ھ (1926ء) تک رائج تھا جیسا کہ ایک سرکاری سرکلر بنام اٹارنی جنرل مورخہ 27 ذی الحجہ 1345ھ

(1926ء) سے ظاہر ہے۔[23] 4 صفر 1346ھ (1927ء) کو ایک شاہی فرمان جاری ہوا جس میں شرعی عدالتوں کے قیام اور ان

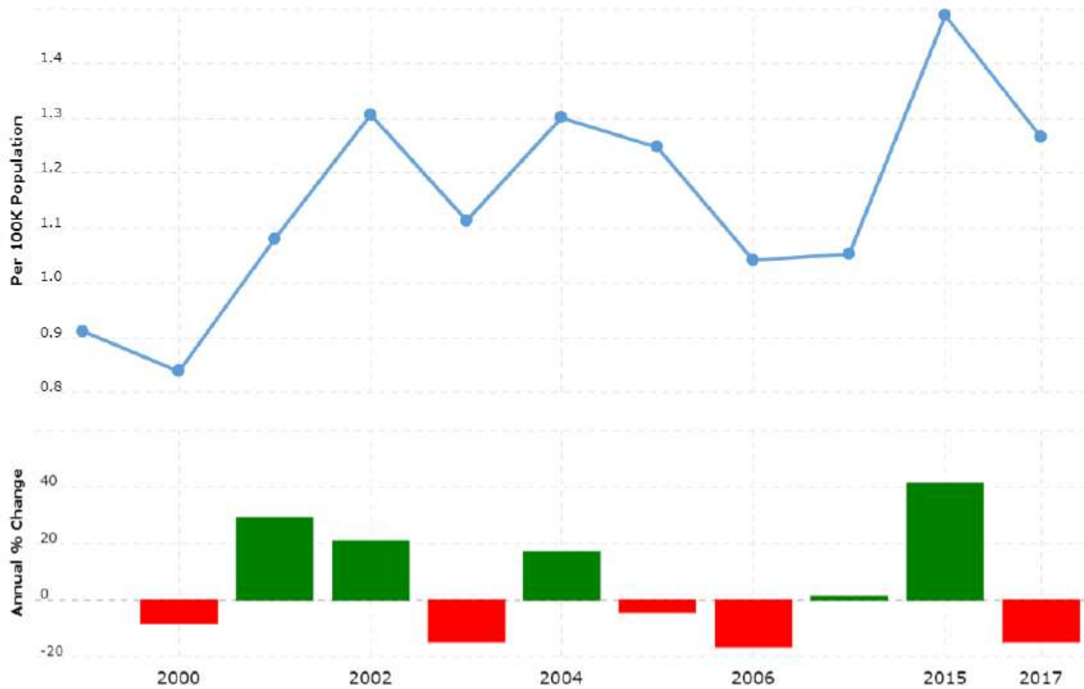

سال	2005	2006	2007	2015	2017
جرائم کی شرح	1.25	1.04	1.05	1.49	1.27

سعودی عرب کے موجودہ اور آئندہ ممکنہ حالات

2020ء سے قبل سعودی عرب میں ہر طرح کے سینما، میوزک شوز اور ہر ایسے کام پر پابندی تھی جس سے بے حیائی کے فروغ پانے کا خدشہ تھا اور ان تمام کاموں کی روک تھام کے لیے سخت قوانین موجود تھے لیکن 2020ء میں سعودی عرب کی طرف سے ان قوانین میں نرمی دیکھنے میں آئی اور سعودی عرب نے اپنے ویژن 2030ء کے ضمن میں سینما گھر بنانے کی اجازت دے دی۔ پی ڈبلیو سی کی ایک رپورٹ کے مطابق 2020ء میں سعودی عرب میں 45 سے زائد سینما گھر بنائے جانے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔[28]

ریاض میں میوزک شو

دی نیوز انٹرنیشنل کے مطابق 12 دسمبر 2021ء کو سعودی عرب کے شہر ریاض میں ایک میوزک شو منعقد کیا گیا جس میں ہندوستان کی بالی ووڈ فلم انڈسٹری کے مشہور ایکٹر سلمان خان نے خاص طور پر شرکت کی اور مختلف گانوں پر ہزاروں شائقین کے سامنے رقص کیا۔[29] سعودی عرب کے دارالحکومت میں اس میوزک شو کا منعقد ہونا اور پھر اس میں ہزاروں لوگوں کی شرکت سے ایک بات تو ظاہر ہوتی ہے کہ سعودی عرب نے اپنے قوانین میں نہ صرف نرمی کی ہے بلکہ اب ایسے کاموں کی بھی اجازت ملنے لگی ہے جس سے معاشرے میں بے حیائی فروغ پا جائے گی۔

متحدہ عرب امارات میں شرعی حدود کا نفاذ (سابقہ حالات)

متحدہ عرب امارات میں قانونی نظام کی بنیاد شریعت یا قرآنی قانون ہے۔ آئین میں اسلام کی شناخت ریاستی مذہب کے ساتھ ساتھ قانون کے بنیادی ماخذ کے طور پر کی گئی ہے۔ اگرچہ شریعت کے اصول فوجداری اور دیوانی قوانین پر اثر انداز ہوتے ہیں، لیکن متحدہ عرب امارات میں شریعت کا براہ راست اثر بنیادی طور پر سماجی قوانین، جیسے عائلی قانون، طلاق یا جانشینی تک محدود ہے۔ زیادہ تر تجارتی معاملات اب یا تو سول عدالتوں یا مستقل طور پر قائم ثالثی ٹربیونلز کے ذریعے نمٹائے جاتے ہیں۔ اگرچہ متحدہ عرب امارات میں قانون کے بنیادی اصول شریعت سے اخذ کیے گئے ہیں، لیکن زیادہ تر قانون سازی شہری قانون کے اسلامی اور یورپی تصورات کے مرکب پر مشتمل ہے، جن کی جڑیں 19ویں سے 20ویں صدی کے آخر میں قائم ہونے والے مصری قانونی ضابطہ میں مشترک ہیں۔ فرانسیسی اثر و رسوخ سب سے زیادہ واضح طور پر برطانیہ میں عام قانون کے نظام کے بجائے یورپی ریاستوں کی طرح خطے کے بیشتر ممالک کے شہری قانون کو اپنانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ متحدہ عرب امارات میں قانونی نظام کا ڈھانچہ پیچیدہ ہے جس میں دوہری عدالتیں، شرعی عدالتیں اور سول عدالتیں متوازی طور پر کام کرتی ہیں، لیکن قانون کے مختلف شعبوں کا احاطہ کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر متحدہ عرب امارات میں، ہر امارات کی اپنی پہلی وفاقی عدالت ہے، حالانکہ دبئی اور راس الخیمہ کے اپنے الگ الگ عدالتی فریم ورک ہیں۔ زمانہ قدیم سے ہی متحدہ عرب امارات میں شرعی قوانین نافذ العمل رہے ہیں اور تمام جرائم کی سزائیں اسلامی قوانین کے مطابق دی جاتی رہی ہیں۔ ان شرعی سزاؤں کی وجہ سے بعض اوقات مغرب کے لوگ ان ریاستوں میں وہ آزادی محسوس نہیں کرتے جو اپنے ممالک میں انہیں محسوس ہوتی ہے لیکن اس کے باجود 2020ء تک متحدہ عرب امارات نے شرعی سزاؤں کے نظام کو مضبوطی سے تھامے رکھا ہے۔

متحدہ عرب امارات میں حدود کا عدمِ نفاذ (موجودہ حالات)

2 دسمبر 1971ء کو اپنے قیام کے بعد سے متحدہ عرب امارات نے ایک عارضی آئین مرتب کیا جو تیزی سے مستقل آئین میں تبدیل ہو گیا ہے اور یہ اس وقت ہوا جب متحدہ عرب امارات کی وفاقی ریاست نے اپنا استحکام قائم کیا، ایک اعتدال پسند پالیسی پر کاربندی اختیار کی اور مختلف مقامی، علاقائی اور ثقافتی تبدیلیاں کر کے بین الاقوامی سطح پر کامیابیاں حاصل کیں۔ وجودہ دور میں متحدہ عرب امارات کے قوانین میں کافی حد تک نرمی دیکھنے میں آئی ہے اور مختلف عوامل سے متعلق قوانین کو تبدیل کیا گیا ہے لیکن بد قسمتی سے ان قوانین کا تعلق ایسے اعمال سے ہے جن کے بارے میں شریعت میں سخت احکامات وارد ہوئے ہیں۔ ان قوانین کی تفصیل درج ذیل ہے:

حد زنا کا خاتمہ

متحدہ عرب امارات میں قوانین کی بنیاد چونکہ شریعت اسلامیہ تھی اس لیے مسلمان مرد و زن کا بغیر شادی شدہ ساتھ رہنا ممنوع تھا اور زنا تصور کیا جاتا تھا اور جو مرد و زن شادی کے بغیر ساتھ رہتے پائے جاتے ان پر زنا کی حد جاری کی جاتی تھی لیکن 2020ء میں متحدہ عرب امارات نے اپنے اس قانون میں ترمیم کر کے بالغ مرد و زن کو شادی کے بغیر ساتھ رہنے کی اجازت دے دی ہے۔ خلیج ٹائمز کے مطابق: "اس آئینی ترمیم سے قبل تعزیرات کے قانون کے آرٹیکل 356 کے مطابق شادی کے بغیر جنسی صحبت کا عمل قابل سزا جرم تھا اور اسے ناشائستہ حملے کا جرم کہا جاتا تھا۔ جبکہ (FDL 15/2020) سے آرٹیکل 356 میں مکمل ترمیم کر دی گئی ہے اور ناشائستہ حملے کی دفعات کو ہٹا دیا گیا ہے۔ اس کے بعد غیر شادی شدہ جوڑوں کو بغیر شادی کے ایک ہی رہائش اور صحبت میں رہنے کی اجازت ہے۔"[30] ڈان نیوز کے مطابق: "ترمیم کے تحت 'غیر شادی شدہ جوڑوں کو ہم آہنگی' کی اجازت دی گئی ہے جو طویل عرصے سے متحدہ عرب امارات میں جرم رہا ہے۔"[31] یعنی اس ترمیم کے بعد سے متحدہ عرب امارات

میں زنا کو ایک طرح سے قانونی تحفظ دیا گیا ہے بظاہر تو یہ مغربی ممالک کے باشندوں کو متحدہ عرب امارات میں رہنے کی آزادی دینے کے لیے ہے لیکن اس کے پس پردہ فحاشی کا وہ راستہ کھولا گیا ہے جو کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کی وجہ سے صدیوں سے بند تھا۔

حد شرب خمر کا خاتمہ

ان آئینی ترمیمات میں سے ایک ترمیم شراب کے پینے اور خرید و فروخت کے بارے میں کی گئی ہے جس کے مطابق اب 21 سال کے کسی بھی نوجوان کو نہ صرف شراب پاس رکھنے کی بلکہ اسے پینے اور خرید و فروخت کرنے کی بھی اجازت ہے۔ ڈان نیوز کے مطابق: "نئی تبدیلیوں کے تحت 21 سال یا اس سے زائد عمر کے افراد کے لیے شراب نوشی اور فروخت پر سزائیں ختم کر دی گئی ہیں۔ پہلے شہریوں کو گھروں میں شراب خریدنے، نقل و حمل کرنے یا پینے کے لیے شراب کے لائسنس کی ضرورت ہوتی تھی، اس نئے قانون کے تحت بظاہر ان مسلمانوں کو آزادانہ طور پر شراب پینے کی اجازت ہو گی۔"[32] شراب کے نقصانات کا ذکر نہ صرف قرآن کریم میں موجود ہے بلکہ عصر حاضر کی ترقی یافتہ سائنس بھی شراب کے نقصانات کو مفصل انداز میں بیان کر چکی ہے لیکن اس کے باوجود انسان ہے کہ شراب نوشی سے باز نہیں آ رہا، نہ صرف یہ بلکہ شراب نوشی سے متعلق اسلامی احکامات سے بھی روگردانی کی جا رہی ہے جس کی زندہ مثال متحدہ عرب امارات میں شراب نوشی کی اجازت ہے۔

اسلامی عقوبات میں نرمی کی ممکنہ وجہ

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ جزیرہ عرب کے ممالک تیل کی دولت سے مالا مال ہیں اور ان کی مضبوط معیشت کی اصل وجہ ان کی زمین سے نکلنے والا تیل ہے جو کہ تقریباً تمام ممالک میں فروخت ہوتا ہے۔ اگر محض متحدہ عرب امارات میں تیل کے ذخائر کا اندازہ لگایا جائے تو دنیا کا پانچواں بڑا تیل کا ذخیرہ ان ریاستوں کے پاس ہے۔[33] عصر حاضر میں جہاں سائنسی دنیا میں بے پناہ ترقی ہوئی ہے وہیں پر تیل کی کھپت میں بھی اضافہ ہوا ہے جسکی بدولت ان ریاستوں میں تیل کا ذخیرہ تیزی سے کم ہو رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق متحدہ عرب امارات میں روزانہ کی بنیاد پر ہونے والی تیل کی کھپت آٹھ لاکھ چھیانوے ہزار (896،000) بیرل ہے۔[34] تیل کی اس بڑھتی ہوئی کھپت کی وجہ سے جزیرہ عرب کے ممالک کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ ان کی زمین میں تیل کے ذخائر تیزی سے ختم ہو رہے ہیں اور آئندہ وقت میں ان کی معیشت کا انحصار تیل پر نہیں رہے گا۔ اسی خطرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سعودی عرب کے وزیر توانائی شہزادہ عبدالعزیز بن سلمان السعود نے World Utilities Congress سے خطاب کرتے ہوئے کہا: دنیا کو ایک موجودہ حقیقت سے متعلق بیدار ہونے کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ دنیا میں ہر سطح پر توانائی کی گنجائش ختم ہو رہی ہے۔ ہمیں اپنی خوشحالی اور پائیداری کے اہداف تک پہنچنے اور قابل بنانے کے لیے ایک پائیدار توانائی کے نظام کی ضرورت ہے۔[35] جزیرہ نما عرب کے ممالک یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ تیل کی کھپت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے جبکہ ان کی زمینوں میں تیل کے ذخائر میں آئے دن کمی واقع ہو رہی ہے لہذا اس سے پہلے کے تیل کے تمام ذخائر ختم ہو جائیں اور ان کی معیشت بری طرح متاثر ہو انہوں نے اپنی معیشت کو تیل کے بجائے دوسرے ذرائع آمدن سے منسلک کرنے کا سوچا ہے۔ دبئی نے سیاحت کو بہت حد تک فروغ دینے کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک کے سرمایہ داروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے اپنے قوانین میں اس قدر نرمی کر دی ہے کہ مختلف ممالک سے آنے والے سرمایہ دار دبئی کی کھلی فضا میں سانس لے سکتے ہیں یعنی ان پر ان کے رہن سہن کے حوالے سے کسی قسم کی پابندی نہیں ہو گی۔ اسی ضمن میں (Cohabitation) کو جائز قرار دے دیا گیا ہے جبکہ شراب پر سے پابندی بھی اٹھالی گئی ہے۔ دبئی کے علاوہ سعودی عرب بھی اپنی معیشت کو تیل کے بجائے سیاحت کی بنیاد پر کھڑا کرنا چاہتا ہے، اسی سلسلے میں سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلمان نے

ویژن2030ء کا آغاز کر دیا ہے جس کے مطابق 2030ء تک سعودی عرب میں ایسے انتظامات کیے جائیں گے جو کہ دیگر ممالک کے افراد کو سیاحت کی غرض سے سعودی عرب آنے پر اکسانے کے لیے کافی ہوں گے۔ اس کے علاوہ سعودی عرب نے حال ہی میں ریاض میں ایک میوزک شو کا انعقاد کر کے دنیا کو یہ پیغام دینے کی کوشش بھی کی ہے کہ سعودی عرب اب جدت پسندی کو اپنانے کے لیے پوری طرح تیار ہے۔

خلاصہ بحث

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ دنیا میں ہمیشہ سے اچھائی کے ساتھ ساتھ برائی بھی موجود رہی ہے۔ ایسے لوگ بھی دنیا میں آئے جنہوں نے اس دنیا کی آبادکاری اور تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کیا اور ایسے لوگ بھی آئے جنہوں نے اس کا امن و سکون برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ عصر حاضر میں دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں شر پسندوں کی تعداد دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہے جو کہ تمام دنیا کے امن و سکون کے لیے ایک خطرہ ہے۔ اسلام نے معاشرے کے امن کو برقرار رکھنے کے لیے عقوبات کے نفاذ کا حکم دیا ہے اور اس حکم میں کئی حکمتیں پیش نظر ہیں جن میں سب سے بڑی حکمت افراد کو جرائم سے بعض رکھنا ہے۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک اور اس کے بعد خلافت راشدہ کے زمانہ میں بھی حدود و تعزیرات کو باقاعدہ طور پر نافذ کیا جاتا رہا ہے اور جب تک دنیا کے مختلف خطوں میں عقوبات کا نظام موجود رہا معاشرے میں جرائم کی شرح انتہائی کم رہی۔ عصر حاضر میں اسلامی حدود کا نفاذ تقریباً ختم ہو چکا ہے سوائے چند ممالک کے جن میں مملکت سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کو کلیدی حیثیت حاصل ہے لیکن گزشتہ چند دہائیوں سے ان اسلامی ممالک میں بھی حدود کے نظام کر ختم کرنے کے لیے کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ان کوششوں کے پیچھے یا تو اغیار کی سازشیں ہیں یا پھر معیشت کی گراوٹ کا خطرہ۔ الغرض یہ اسلامی ممالک بھی اسلامی نظام حدود سے رفتہ رفتہ دوری بناتے نظر آ رہے ہیں مثلاً دبئی میں آئینی ترمیم کے بعد شراب نوشی اور بے نکاحی زندگی کو قانونی تحفظ دیا جا چکا ہے اور سعودی عرب کے دارالحکومت میں میوزک شو کروایا گیا ہے جو کہ اسلامی معاشرے میں فحاشی کے پھیلاؤ کی پہلی سیڑھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر ابھی اسلامی تعلیمات کو مضبوطی سے نہ تھاما گیا اور وہ اسلامی ممالک جن کو دنیائے اسلام میں امام تصور کیا جاتا ہے انہوں نے بھی حدود کے نظام کو ترک کر دیا تو عین ممکن ہے کہ آئندہ حالات میں جرائم کی شرح آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگے، قتل و غارت عام ہو جائے گا، فحاشی کا راج ہو گا اور معاشرے کا امن و سکون تباہ ہو جائے گا لہٰذا تمام اسلامی ممالک کو حدود کے نظام کو لازم اپنانا چاہیے تاکہ اسلامی، معاشرتی اور اخلاقی اقدار کی حفاظت کے ساتھ ساتھ معاشرے کو امن و سکون کا گہوارا بنایا جا سکے۔

سفارشات

یوں تو دنیا کے تمام ممالک میں سزاؤں کا نظام موجود ہے لیکن اس کے باوجود تمام ممالک میں جرائم کی شرح میں آئے روز اضافہ ہوتا جا رہا ہے البتہ وہ ممالک جہاں اسلامی عقوبات کا نظام ہے وہاں جرائم کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے لہٰذا مقالہ ہٰذا میں قیام امن کے لیے اسلامی عقوبات کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اسلامی تاریخ کی روشنی میں عقوبات کا نفاذ اور عصر حاضر میں اسلامی عقوبات کے عدم نفاذ کے معاشرے پر اثرات کو مفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید بر آں زیر نظر مقالہ کے توسط سے معاشرے میں قیام امن کے لیے چند سفارشات پیش کی جا رہی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

- تمام ممالک میں اسلامی حدود کے نظام کو اپنایا جائے تاکہ جرائم کا خاتمہ اور معاشرے میں امن قائم ہو سکے۔
- متحدہ عرب امارات کا شمار چونکہ قابل تقلید ممالک میں ہوتا ہے لہٰذا وہاں پر ہونے والی غیر اسلامی آئینی ترمیم کو فوراً ختم کر کے اسلامی حدود کو بحال کیا جائے۔

- پاکستان کے آئین میں اگرچہ جرائم کی سزائیں موجود ہیں لیکن ان میں سے اکثر اسلامی سزاؤں کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا ایسے تمام جرائم جن کی سزا قرآن وسنت سے ثابت ہے ان کی سزائیں قرآن و سنت کے مطابق ہی مختص کی جائیں۔
- حکومتی سطح پر اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ مجرموں کو سزا سر عام دی جائے تا کہ دیکھنے والے عبرت حاصل کریں اور جرائم سے باز رہیں۔

اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے ہی معاشرے میں جرائم کی روک تھام ممکن ہے اور قرآن وسنت میں سزاؤں کے نفاذ کا اختیار چونکہ حکومت وقت کو دیا گیا ہے لہٰذا اسلامی عقوبات کے نفاذ کے سلسلے میں حکومت ہی جوابدہ ہوتی ہے۔ اسی لیے مقالہ ہذا میں حکومتی سطح پر قانون سازی اور سر عام سزاؤں کی سفارشات پیش کی گئی ہیں تا کہ حکومت وقت ان اقدامات کو یقینی بناتے ہوئے ملک میں اسلامی عقوبات کو نافذ کرے جسکی بدولت معاشرے میں بڑھتے ہوئے جرائم کی روک تھام اور معاشرے میں امن وسکون کا قیام ممکن ہو سکتا ہے۔

References

[1] Abdul Hafeez Balyavi, Misbah-ul-Lughaat (Lahore: Maktaba Quddusiya, July 1999), 541
[2] Dr. Tanzeel-ur-Rehman, Jurm o saza ka islami falsafa (Delhi: Dar-ul-Quran,1988), 14
[3] Syed Muhammad Mateen Haashmi, Islami Hudood or unka falsafa (Lahore: Diyal Singh trust library, January 1999), 12
[4] Syed Muhammad Mateen Haashmi, Islami Hudood or unka falsafa, 12
[5] Dr. Tanzeel-ur-Rehman, Jurm o saza ka islami falsafa, 09
[6] Ghulam Rasool Saeedi, Sharah Sahih Muslim (Lahore: Fareed Book Stall, July 2002), 4:724
[7] Ghulam Rasool Saeedi, Sharah Sahih Muslim, 4:738
[8] Al-Asar 103: 1,2,3.
[9] Al-Noor 24: 2
[10] Ucr.fbi.gov "crime in the US 2019" Accessed August 18, 2022. https://ucr.fbi.gov/crime-in-the-u.s/2019/crime-in-the-u.s.-2019
[11] Knoema.com " number of homicides in Saudi Arabia" Accessed August 18, 2022 https://knoema.com/atlas/Saudi-Arabia/Number-of-homicides
[12] Muhammad Bin Ismail Bukhari, Sahih Bukhari (Lahore: Zia-ul-Quran Publications, October 2015), 3:710
[13] Maalik bin Ans, Muatta Imam Maalik (Lahore: Zia-ul-Quran Publications, August 2015), 878
[14] Maalik bin Ans, Muatta Imam Maalik, 882
[15] Muhammad bin Esa Tirmizi, Al-Sunan Tirmizi (Lahore: Zia Ehsaan Publishers, April 1988), 518
[16] Muhammad bin Esa Tirmizi, Al-Sunan Tirmizi, 530
[17] Ismail bin Umar bin Kaseer, Albadaya walnahaya (Karachi: Nafees Academy, June 1987), 9:68
[18] Al-Noor 24: 2
[19] Dawn, 14 Februrary 2018
[20] Dr. Tanzeel-ur-Rehman, Jurm o saza ka islami falsafa, 9
[21] Dawn, 14 Februrary 2018
[22] Dr. Tanzeel-ur-Rehman, Jurm o saza ka islami falsafa, 22

[23] Dr. Saud bin Saad Aal Duraib, Saudi Arab mein adalti tanzeem Islami shariat or adalti iqtadar ki Roshni mein (Riyadh, University Imam Muhammad bin Saud Al-Islamia, 1996), 36
[24] Dr. Saud bin Saad Aal Duraib, Saudi Arab mein adalti tanzeem Islami shariat or adalti iqtadar ki Roshni mein, 39
[25] Dr. Noor Ahmed Shahtaz, Tareekh Nifaz-e-Hudood (Karachi: Fazli Sons pvt limited, 1998), 282
[26] Dr. Saud bin Saad Aal Duraib, Saudi Arab mein adalti tanzeem Islami shariat or adalti iqtadar ki Roshni mein, 40
[27] Macrotrends " Saudi Arabia crime rate" Accessed August 19, 2022.
https://www.macrotrends.net/countries/SAU/saudi-arabia/crime-rate-statistics
[28]Pwc.com " cinemas in Saudi Arabia" Accessed August 19, 2022.
https://www.pwc.com/m1/en/publications/cinemas-in-saudi-arabia-opportunity.html
[29]The news "salman khan performance in Saudi Arabia" Accessed August 19, 2022.
https://www.thenews.com.pk/print/916154-salman-khan-performs-to-thousands-in-saudi-arabia
[30] Ashish Mehta, New UAE law: Will I face any legal issues if my live-in girlfriend gets pregnant (Khaleej Times, 5 Dec 2021)
[31] Dawn web desk, 20 November 2020
[32] Dawn web desk, 20 November 2020
[33] Relacionateypunto.com " diversification in economy of arab emirates" Accessed August 23, 2022
www.relacionateypunto.com/en/diversificacion-de-la-economia-de-emiratos-arabes-
[34] Worldometers.info "united arab emirates" Accessed August 23, 2022.
https://www.worldometers.info/oil/united-arab-emirates-
[35] Ashwani Kumar, Khaleej Times, UAE: Energy ministers warn of possible oil shortage due to lack of investment, 10 May 2022.